بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومی ترانے کی شرعی حیثیت

ہندوستان کا قومی ترانہ "جن گن من الخ" کا شاعر آں جہانی ربندر ناتھ ٹیگور ہے۔ یہ ترانہ پہلی بار ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء کو کلکتہ میں منعقد انڈین نیشنل کانگریس کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۰ء کو حکومت ہند نے اسے قومی ترانے کی حیثیت دے دی۔ تب سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو وصال فرمائے ہوئے ۲۹ سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ ظاہر ہے اِس تعلق سے آپ کے کسی فتوے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سرکار اعلیٰ حضرت کے بعد ہماری جماعت میں جو صف اول کے اکابر ہوئے ان کا بھی کوئی فتویٰ ناچیز کی نظر سے نہیں گزرا جب کہ اس نظم کے قومی ترانہ قرار دئے جانے کے بعد بھی، سرکار مفتیٔ اعظم ہند، حضور برہان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہم جیسی دینی وروحانی بصیرت سے مالا مال جلیل القدر شخصیتیں ہمارے درمیان موجود رہیں۔ صف اول کے اِن اکابر علما و مفتیان کرام کے بعد بھی سوائے شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے کسی مفتی کا کوئی مطبوعہ فتویٰ اس تعلق سے دیکھنے کو نہیں ملا موصوف نے اسے ناجائز قرار دیا ہے مگر اس فتوے میں کوئی تشفی بخش تفصیل نہیں ہے۔ ہاں ۱۵ اگست ۲۰۱۷ء تک نٹ پر مفتی محمد ایوب خان صاحب نعیمی جامعہ نعیمیہ مراد آباد، مفتی سید کفیل اشرف صاحب دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف اور مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب پاکستانی کے فتوے، اس کے جواز پر دستیاب تھے، لیکن اب صرف آخر الذکر مفتی صاحب ہی کا فتوی دستیاب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ربندر ناتھ ٹیگور نے "جن گن من" والا ترانہ کنگ جارج پنجم کی شان میں لکھا تھا؟ مگر یہ بات صحیح نہیں ہے، کلکتہ میں ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء کو جب انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس ہوا تب کنگ جارج پنجم ہندوستان کے دورے پر تھا، اس مناسبت سے اجلاس میں کنگ جارج پنجم کو استقبالیہ دینے کی تجویز بھی منظور ہوئی۔ اور اس کی شان میں ایک نظم پڑھی گئی وہ نظم کون سی تھی؟ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کے اخبارات میں شائع اس اجلاس کی خبریں اس سلسلے میں باہم متضاد ہیں۔ برطانیہ کے اخبار "اسٹیٹس مین" نے لکھا کہ :-

"The Bengali poet Rabindranath Tagore sang a song composed by him specially to welcome the Emperor."{Statesman, Dec. 28, 1911}

{ترجمہ} بنگالی شاعر ربندر ناتھ ٹیگور نے بادشاہ کو خوش آمدید کہنے کے لئے خصوصی طور پر لکھا گیا اپنا ایک گیت گایا۔

ایک دوسرے اخبار "انگلش مین" نے لکھا کہ :-

"The proceedings began with the singing by Rabindranath Tagore of a song specially composed by him in honour of the Emperor."

{Englishman, Dec. 28, 1911}

{ترجمہ} کاروائی ربندر ناتھ ٹیگور کے ایک گیت سے ہوئی جو خود انہوں نے بادشاہ کے اعزاز میں خصوصی طور پر لکھا تھا۔

اس کے بر خلاف ہندوستانی اخبارات کی خبریں کچھ اس طرح کی تھیں -امرتا بازار پتریکا" میں یہ خبر چھپی کہ :-

"कांग्रेस पार्टी के अधिवेशन की शुरुआत ईश्वर की प्रशंसा में गाए गए एक बंगाली मंगलगान से हुई। इसके बाद किंग जॉर्ज पंचम के प्रति निष्ठा जताते हुए एक प्रस्ताव पारित किया गया। बाद में उनका स्वागत करते हुए एक गाना गाया गया।"

{ترجمہ} کانگرس پارٹی کے اجلاس کی شروعات ایشور کی تعریف میں گائے گئے ایک بنگالی نغمۂ سرور سے ہوئی اس کے بعد کنگ جارج پنجم پر بھروسہ جتاتے ہوئے ایک تجویز پاس کی گئی بعد میں ان کے استقبال میں ایک گانا گایا گیا۔

یہ گانا کون سا تھا بعض اخبارات میں یہ رپورٹ چھپی کہ وہ گانا رام بھوج چودھری کا لکھا ہوا تھا جس کی شروعات "بادشاہ ہمارا" سے ہوتی ہے

ایک دوسرے اخبار "The Bengalee" نے لکھا کہ :-

"कांग्रेस का वार्षिक अधिवेशन महान बंगाली कवि रवींद्रनाथ टैगोर के लिखे एक गीत से प्रारंभ हुआ। उसके बाद किंग जॉर्ज पंचम के प्रति निष्ठा व्यक्त करते हुए एक प्रस्ताव पारित हुआ।"

{ترجمہ} کانگرس کا سالانہ جلسہ بڑے بنگالی شاعر ربندر ناتھ ٹیگور کے لکھے ایک گیت سے شروع ہوااس کے بعد کنگ جارج پنجم سے متعلق اعتماد کااظہار کرتے ہوئے ایک تجویز پاس ہوئی۔

آخر یہ متضاد رپورٹنگ ہوئی کیسے ؟ ممکن ہے مذکور کانگریسی اجلاس میں دونوں ہی نظمیں پڑھی گئی ہوں ایک نظم اجلاس کی شروعات میں اور دوسری نظم کنگ جارج پنجم کے استقبال میں اور جو نظم اجلاس کی شروعات میں پڑھی گئی وہ ربندر ناتھ ٹیگور کی لکھی ہوئی بنگلہ زبان والی ہو جس کا آغاز "جن گن من" سے ہوتا ہے اور جو نظم کنگ جارج پنجم کے استقبال میں پڑھی گئی وہ نظم ہندی میں رام بھوج چودھری کی لکھی ہوئی ہو جس کا آغاز "وہ ہمارا بادشاہ" سے ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ روندر ناتھ ٹیگور نے "جن گن من والا ترانہ کنگ جارج پنجم کی شان میں لکھا تھا؟اور یہ قطعاً مدح ناری {کنگ جارج پنجم} ہے ؟ جیسا کہ کچھ لوگ اِسے "مدحِ ناری" اِس وثوق سے کہ رہے ہیں جیسے اُن کے پاس اِس کے شرعی شواہد موجود ہوں۔ پھر یہ بات کیا معمولی عقل رکھنے والے آدمی کے ذہن میں بھی آسکتی ہے کہ جس برٹش سامراج کے غاصبانہ تسلط سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے ساکنان ہند نے سر دھڑ کی بازی لگائی تھی اور بے حساب جانی ومالی قربانیوں کے بعد اسے آزاد کرایا تھا آزادی کے بعد انہیں غاصبین کے ایک فرد کی شان میں پڑھے گئے قصیدے کو اپنے عزیز ملک کا قومی ترانہ بنادیں گے ؟ کیا ملک کی آزادی سے ۳۶ سال پہلے ۱۹۱۱ء میں انگریزوں کا فقط ایک مداح تھا ربندر ناتھ ٹیگور اور آزادی کے بعد ۱۹۵۰ء میں انڈین پارلیامنٹ کی اکثریت انگریزوں کی مداح بن گئی تھی ؟۔آپ شروع سے لے کر اخیر تک قومی ترانہ کا ایک ایک لفظ پڑھیے اور بتایئے کہ اس میں کنگ جارج پنجم کہاں ہے ؟

لوگ کہ رہے ہیں کہ یہ ترانہ جارج پنجم کی شان میں لکھا گیا ہے مگر خود اس کے شاعر کا کہنا ہے کہ نہیں میں نے یہ نظم کسی جارج کی شان میں نہیں لکھی۔ ٹیگور کی جیونی یعنی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ -:

{1}रवींद्रनाथ के इस गीत पर जब विवाद उठा तो उन्होंने 10 नवंबर1937 को पुलिन बिहारी सेन को लिखे एक पत्र में यह सफ़ाई दी ‘महामहिम के कार्यालय में काम करनेवाले एक उच्चाधिकारी ने जो मेरा भी मित्र था,मुझसे आग्रह किया कि मैं सम्राट के स्वागत में एक गीत लिखूं। मैं इस अनुरोध से चकित था। इसने मेरे हृदय में एक बहुत बड़ी हलचल-सी मचा दी। उस प्रचंड मानसिक उथल-पुथल के परिणामस्वरूप ‘जन-गण-मन’ का जन्म हुआ जिसमें मैंने भारत के उस भाग्यविधाता का जयगान किया जिसने उत्थान और पतन के हर दौर में, कभी सीधे और कभी टेढ़े-मेढ़े रास्तों से चलते हुए युगों-युगों से भारतीय रथ की कमान थाम रखी है। वह भाग्यविधाता,समस्त भारत के मन को पढ़नेवाला, वह चिरंतन पथ प्रदर्शक कभी भी जॉर्ज पंचम, जॉर्ज षष्ठम या और कोई जॉर्ज नहीं हो सकता था। मेरे उस सरकारी मित्र को भी इस गीत का मर्म समझ में आ गया था। आखिरकार सम्राट के प्रति अत्यधिक प्रशंसाभाव रखने के बावजूद उसमें सामान्य बुद्धि की कोई कमी नहीं थी।’

{ترجمہ} ربندر ناتھ ٹیگور کے اس گیت کی جب مخالفت ہوئی تو انہوں نے ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء کو پولین بہاری سین کے نام تحریر کردہ ایک مکتوب میں یہ صفائی پیش کی کہ گورنر کی آفس میں کام کرنے والے ایک اعلی افسر اور میرے دوست نے مجھ سے درخواست کی کہ میں کنگ جارج پنجم کے استقبالیہ کے لیے ایک گیت لکھ دوں میں ان کے اس التماس سے حیرت زدہ ہو گیا اور ان کے اس التماس نے میرے دل میں ایک ہلچل مچادی،اسی شدید ذہنی اتھل پتھل کے نتیجے میں "جن گن من"کا وجود ہوا جس گیت میں، میں نے بھارت کے اس تقدیر ساز کی تعریف کی ہے جس نے عروج وزوال کے ہر دور میں کبھی سیدھے اور کبھی ٹیڑھے میڑھے راستوں سے چلتے ہوئے ہمیشہ سے ہندوستانی رتھ کی کمان سنبھال رکھی ہے وہ تقدیر ساز بھارت کے من کو پڑھنے والا وہ قدیم ہادی ورہنما کبھی بھی جارج پنجم یا ہشتم یا کوئی اور جارج نہیں ہو سکتا میرے اس سرکاری دوست کو بھی اس گیت کا راز سمجھ میں آگیا تھا کیوں کہ جارج پنجم سے متعلق مدح وستائش کا بے حد جذبہ رکھنے کے باوجود میرے دوست کے اندر عام سمجھ بوجھ کی کوئی کمی نہیں تھی۔

{2}19 मार्च 1939 में टैगोर ने एक और पत्र में लिखा – ‘मैं इसे अपना अपमान समझता हूं यदि मुझे उन लोगों के आरोपों का जवाब देना पड़े जो यह समझते हैं कि इस क़िस्म की अपार मूर्खता कर सकता हूं कि जॉर्ज चतुर्थ या

पंचम की प्रशंसा में उन्हें मानव इतिहास के प्रारंभ काल से लेकर आज तक असंख्य यात्रियों का पथ प्रदर्शन करनेवाला सारथि बताऊं।'

{ترجمہ} ۱۹مارچ ۱۹۳۹ء میں ٹیگور نے ایک اور خط میں لکھا" میں اسے اپنی توہین سمجھتا ہوں اگر مجھے ان لوگوں کے الزامات کا جواب دینا پڑے جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس قسم کی انتہائی حماقت کر سکتا ہوں کہ جارج چہارم یا پنجم کی تعریف میں انہیں انسانی تاریخ کے زمانۂ آغاز سے لے کر آج تک ان گنت مسافروں کا رہنما اور ان کا قائد مان لوں"

دراصل ہندو دھرم کے پیروکار بنیادی طور پر دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں سناتن دھرمی اور آریہ سماجی پہلا فرقہ مورتی یا بعض مادی چیزوں کی پوجا کا کٹر حمایتی ہے جب کہ دوسرا فرقہ اس کا کٹر مخالف ہے، ہندو دھرم کا یہ دوسرا فرقہ فقط ایک ایسی غیر مرئی ذات کو پوجا کا حق دار مانتا ہے جو "سروشکتی مان یعنی سب سے زیادہ قوت والا ہے" "سمپورن سنسار کا سوامی اور اس کا رچیتا" یعنی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اس کا کوئی جسم نہیں، اس کی کوئی شکل وصورت نہیں، وہ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے، بغیر کان کے سنتا ہے، بغیر زبان کے بولتا ہے غرض وہ جسم و جسمانیات سے، ہر طرح کی جسمانی ضروریات سے پاک ہے، ٹیگور نے اس نظم میں اسی دوسرے فرقے کی ترجمانی کی ہے جو دوسرے فرقے کے نظریات کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ مورتی پوجا کے حامیوں کو یہ ترانہ یکسر نہیں بھاتا، اترپردیش کے سابق وزیر اعلی کلیان سنگھ اور اُن کے ساتھ جسٹس کاٹجو اس ترانے کی کھلی مخالفت کر چکے ہیں، یوٹیوب پر یوگ گرو رام دیو کے گرو، آں جہانی راجیو دکچھت نے اس نظم کے قومی ترانہ قرار دئے جانے کو دیش کا "دربھاگیہ" یعنی ملک کی بدنصیبی قرار دیا ہے سادھوی رتمبھرا بھی ۲۰۰۴ء میں اس ترانے کے خلاف اسی طرح کی بات کہ چکی ہے اور پھر وہ سارے لوگ جو آزادی کے بعد سے لے کر اب تک "جن گن من" کی بجائے "وندے ماترم" جیسی خالص مشرکانہ نظم کو قومی ترانہ بنانے کی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اس ترانے کا وروودھ کر رہے ہیں، اور اس کے خلاف طرح طرح کی بے بنیاد افواہ پھیلا رہے ہیں، اُن کا منشا یہ ہے کہ مسلمان بھی اس ترانے کا سڑکوں پر نکل کر وروودھ کریں اور ہمیں ایک بہانہ ملے موجودہ قومی ترانہ کی جگہ "وندے ماترم" کو قومی ترانہ بنانے کا، غالباً اسی مقصد کے تحت اترپردیش کی موجودہ یوگی سرکار نے سارے امداد یافتہ مدارس کو سال ۲۰۱۷ء میں ۱۵، اگست سے پہلے یہ آدیش دیا کہ یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقع پر قومی ترانہ پڑھنا لازمی ہے، انہیں توقع رہی ہوگی کہ مسلمان اس کی مخالفت میں سڑکوں پر اتریں گے مشتعل ہوں گے اپنا وقت اپنی توانائی اپنا مال برباد کریں گے اور ان کی اس مخالفت کی بنا پر اگر ہم ایک طرف سا کنان ہند کی اکثریت کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوں گے کہ دیکھو مسلمان وطن کا غدار ہے اگر نہ ہوتا تو وہ قومی ترانے کی مخالفت کیوں کرتا؟ دوسری طرف موجودہ قومی ترانے کے خلاف ہماری زمین ہموار ہوگی اور آگے "وندے ماترم" کو قومی ترانہ بنانے میں ہمیں سہولت ہوگی مگر ایسا ہوا نہیں مسلمانوں نے دور اندیشی سے کام لیا اور برائے نام اس کے خلاف چند اخباری بیانات جاری کر کے خاموشی اختیار کر لی- ورنہ آپ مجھے بتائیں کہ وہ جس انتہا پسند پارٹی سے جڑے ہوئے ہیں اس پارٹی کے لوگ جب اس ترانے کا کھلا وروودھ کر رہے ہیں، اسے غلامی کی علامت قرار دے رہے ہیں اسی ترانے کو وہ وطن کی وفاداری کی بنیاد بنا کر مدرسوں کو پڑھنے کا آدیش کیوں دے رہے ہیں؟

آخر "وندے ماترم" میں ہے کیا؟ جس کی بنیاد پر موجودہ قومی ترانے کی جگہ اسے رکھنے کی بات کی جا رہی ہے دراصل یہ نظم بنکم چند چٹو پادھیائے کے لکھے ناول "آنند مٹھ" کا ایک حصہ ہے، اس ناول میں ناول نگار نے اگر ایک طرف انگریزوں کی تعریف کے پل باندھے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "مسلمان ایشوروردھی {مخالف} ہیں اس لئے انہیں ہم سونش {خاندان سمیت} ختم کرنا چاہتے ہیں" دوسری جگہ لکھا ہے "بھائی وہ دن کب آئے گا جب مسجد توڑ کر ہم "رادھا مادھو" کا مندر بنوائیں گے "تیسری جگہ لکھا ہے کہ "بولو وندے ماترم نہیں تو مار ڈالوں گا" وغیرہ وغیرہ۔

ناول نگار نے مسلمانوں کے خلاف جس دہشت گردی اور انتہا پسندی کی تعلیم دی ہے ظاہر ہے آر ایس ایس کو وہ ناول نگار بھی پسند آئے گا اور اس کی نظم بھی اس نظم میں نہ صرف یہ کہ بھارت کی دھرتی کو "ماں" کہا گیا ہے بلکہ بار بار اس کی "وندنا" یعنی پوجا کرنے کا اقرار کیا گیا ہے جو اسلام کی اساس اور عقیدۂ توحید سے سراسر متصادم ایک مشرکانہ بات ہے۔

آزادی کے بعد جب قومی ترانے پر بحث چھڑی تو ایک گروہ نے زبردست مہم چلائی "وندے ماترم" کو قومی ترانہ بنانے کی مگر مسلمانوں کی سخت مخالفت کے سبب ان کی مہم کامیاب نہیں ہوئی اور "جن گن من" کو قومی ترانہ بنا دیا گیا۔

وندے ماترم" کے خلاف "جن گن من" میں ایک غیر متعین ذات کی تعریف کی گئی ہے، اس کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، کسی کا نام نہیں لیا گیا ہے اور کہیں بھی اس میں ممدوح کے تعدد کا اشارہ نہیں ہے خواہ وہ ایک اس کے اعتقاد میں ایشور ہو یا کوئی دیوتا، پھر یہ کہنا کہ اس نے یہ نظم دیوتاؤں کے لئے لکھی ہے زبردستی والی بات ہے۔ جب کہ شاعر خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے یہ نظم بھارت کا مقدر سنوارنے والے کی تعریف میں لکھی ہے۔

ایسی صورت میں اس کی صحیح تاویل کرنا عقلمندی ہے؟ یا شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کر کے لاشعوری طور پر "وندے ماترم" کو قومی ترانہ بنانے کی راہ آسان کرنا؟ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ نظم اس نے کنگ جارج پنجم کی شان میں ہی لکھی ہے یا ایشور یا اور کسی دیوتا کی شان میں لکھی ہے تو کیا ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی قول، قائل کے اعتقاد کے اختلاف سے کفر بھی ہوا اسلام بھی، یا جائز بھی ہوا اور ناجائز بھی؟

ذیل میں ناچیز اس ترانے کے ایک ایک لفظ کا معنیٰ لکھ رہا ہے ہمارے مفتیان کرام، معزز علماے عظام بھی ہندی لغات از خود دیکھ کر یا پھر کسی معتمد ہندی زبان کے ماہر سے دریافت کر کے میرے ذکر کردہ معانی کی توثیق کر لیں۔

پہلا بند

"जन गण मन आधिनायक जय हे भारत भाग्य विधाता!"

{1} جن گنڑ- تمام لوگ {جن-فرد- گنڑ - جماعت

{2} من-"من" یا "دِل"۔

{3} ادھینائک - یعنی "संपूर्ण अधिकार प्राप्त शाषक" ایسا حاکم مطلق جو اپنے ارادہ سے جو چاہے وہ کرے نہ اس سے کسی کو سوال کرنے کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کسی کو اس پر پابندی لگانے کا اختیار۔

ایسا حاکم ہے کون؟ کس کی شان ہے "اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ"؟ بے شک تمہارا رب جب جو چاہے وہ کرے- کس سے متعلق قرآن کہتا ہے "لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ" اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا، اس شان کا حاکم ہونا تو فقط خدا کی شان ہے اگر کوئی بندہ اس کا دعویٰ دار ہو جائے تو وہ "فرعون" ہے، قابل مذمت ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ کوئی وصف بندوں کے حق میں عیب ہو تو وہ خدا کے حق میں بھی عیب ہو جائے، متکبر ہونا بندے کے حق میں کتنا بڑا عیب ہے؟ مگر خدا کے حق میں عیب نہیں خوبی ہے ایسی خوبی جس کا حق دار فقط خدا ہے" ھُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلَٰهَ إِلَّا ھُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ "وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، تکبر والا، اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

{4} بھارت بھاگیہ- ہندوستان کی تقدیر۔

{5} ودھاتا- بنانے والا

{6} "جے ہے" پورے ترانے میں "جے ہے" چھ بار اور "جے" تین بار بولا گیا ہے، سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ الفاظ مشرکین اپنے دیوی دیوتاؤں کے لئے بولتے ہیں ظاہر ہے کہ دیوی دیوتاؤں کے پجاری اپنے معبودان باطل کے لئے جیت کی دعا نہیں کرتے وہ تو اپنی مشکل گھڑی میں اپنے مقابل پر جیت کے لئے خود ان سے دعائیں مانگتے ہیں پھر اس "جے" کا معنی "جیت" کرنا سیاق وسباق کو نظر انداز کر کے ایک غلط معنی کا تعین کرنا ہے پھر اس نظم میں ایشور یا کسی خاص دیوتا کی بات ہی نہیں کی گئی ہے فقط ایک غیر متعین ذات کے لیے "جے" بولا گیا ہے آخر کسی کے لئے بار بار جے بولنے کا مطلب کیا ہے آن لائن ہندی لغت کا یہ حصہ پڑھئے:-

"जय शब्द के हिन्दी में कई अर्थ होते हैं परन्तु मुख्य अर्थ होता है किसी की प्रशंसा करना। इसका देश-प्रेम, राजनैतिक नारों अत्यादी अथवा भजन-कीर्तन में भगवान की प्रशंसा हेतु बहुत प्रयोग होता है"

آپ دیکھ رہے ہیں کہ "جے" کا بنیادی اور کلیدی مفہوم "प्रशंसा करना" یعنی تعریف کرنا ہے۔ البتہ "جے" کا استعمال زندہ آباد اور جیت کے معانی میں بھی موقع اور محل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

نظم کے پہلے بند میں مذکور الفاظ کے ان معانی کی روشنی میں اردو ترجمہ یہ بن سکتا ہے۔

{1} اے نوع انسانی کے قلوب کے مالک حقیقی! اے ہندوستان کی تقدیر بنانے والے! تیری تعریف ہے۔

یہاں ہو سکتا ہے کہ ذہن میں یہ بات کھٹکے کہ چوں کہ لفظ "جے" مشرکین اپنے معبودانِ باطل کے لئے بولتے ہیں اس لئے ہم اسے اللہ کے لئے نہیں بول سکتے، اللہ رب العزت کے لئے لفظِ "جے" بولنا ان سے مشابہت کے سبب ناجائز ہے، لیکن پھر کسی کے ذہن میں یہ سوال کھٹک سکتا ہے کہ ہندوستانی مشرکین اپنے معبودان باطل کے لیے کیے جانے والے ہر عمل کی تعبیر "پوجا" سے کرتے ہیں تو کیا اس بنیاد پر خدا کی "عبادت" کی تعبیر "پوجا" سے کرنا، ناجائز ہو جائے گا؟ اگر ہاں تو کیا کنزالایمان میں "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" "ہم تیری ہی عبادت کریں کی بجائے" "ہم تجھی

کو پوجیں" والا ترجمہ اس لئے ناجائز ہو جائے گا کہ جو لفظ مشرکین اپنے معبودان باطل کی عبادت کے لئے بولتے ہیں وہ اللہ کے لیے نہیں بولا جاسکتا جیسا کہ ہمارے مسلکی حریفوں نے اس طرح کا احمقانہ سوال کھڑا ابھی کیا ہے اور اگر نہیں تو پھر اللہ کی "تعریف کرنا" کی بجائے ہندی زبان میں "جے بولنا" اس بنیاد پر کیوں ناجائز ہو جائے گا کہ یہ لفظ مشرکین اپنے معبودان باطل کی تعریف کے لیے بولتے ہیں؟ میرا ماننا ہے کہ جب آدمی کسی زبان سے اس زبان کے الفاظ، ان کے معانی اور محل استعمال سے ناآشنا ہوتا ہے تو بہت ساری غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور ان پر حکم شرعی لگانے میں چوک بھی۔

یہاں پر عموماً ایک مسئلہ "تشبہ بالغیر" اور "شعار کفار" کا اٹھایا جاتا ہے اور بڑی آسانی سے یہ بات کہ کر کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے جے بولنا طریقۂ کفار بتایا ہے اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم" {جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہو گا} اس لیے اس ترانہ کا گانا ناجائز ہے میں چاہوں گا کہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس تعلق سے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تحقیقی اور تفصیلی گفتگو "کتاب الحظر والاباحۃ" میں فرمائی ہے اس کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

مسائل کی اس جنس میں حق تحقیق و تحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے التزامی ولزومی۔

وجہ اول التزامی التزامی یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز و وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے "فان معنی القصد والتکلف ملحوظ فیه کمالایخفی" {اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں}

وجہ دوم لزومی لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اُس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہو گی۔

التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت۔ یہ ہے کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفّار کے ساتھ معاذاللہ کفر، حدیث "من تشبہ بقوم فھو منھم" {جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہو گا} حقیقۃً صرف اِسی صورت سے خاص ہے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے "اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتّٰی قالوا فی رجل قال "ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعة عندھم حال الحیض حسن فھو کافر" {ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہ کافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالت حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔

دوسری صورت ۔ کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہو گا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت، وقت ضرورت کا یہ تشبہ، کفر کیا معنی؟ ممنوع بھی نہ ہو گا جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفارِ اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جب کہ تمام کفارِ یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتشِ تعصب کو بجھا دیا۔

خلاصہ میں ہے "لوشد الزنار علی وسطه ودخل دارالحرب لتخلیص الاُسارٰی لایکفر ولودخل لاجل التجارة یکفر ذکرہ القاضی الامام ابوجعفر الاستروشنی" {اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زُنّار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دار حرب میں داخل ہو تو کافر نہیں ہو گا اور اگر اس ہیئت میں تجارت کے لئے جائے تو کافر ہو جائے گا۔ امام ابو جعفر استروشنی نے اس کو ذکر کیا ہے۔

ملتقط میں ہے "اذا شد الزنار او اخذ الغل اولبس قلنسوة المجوس جادا اوھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعة فی الحرب" {جب کسی شخص نے زُنّار باندھا یا طوق لیا یا آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی کے ساتھ یا ہنسی مذاق کے طور پر تو کافر ہو گیا، مگر جنگ میں بہ طور تدبیر ایسا کرے تو کافر نہ ہو گا۔

منح الروض میں ہے "ان شد المسلم الزنار ودخل دارالحرب للتجارة کفرای لانه تلبس بلباس کفر من غیر ضرورة شدیدة و لافائدہ مترتبة بخلاف من لبسھا لتخلیص الاساری علی ماتقدم" {اگر مسلمان زنّار باندھ کر دارالکفر میں کاروبار کے لئے جائے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے بغیر کسی شدید مجبوری کے اور بغیر کسی ترتب فائدہ کے لباس کفر پہنا بہ خلاف اُس شخص کے جس نے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے لباس کفر (برائے حیلہ) استعمال کیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

تیسری صورت نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزا اس کا مرتکب ہوا تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علمانے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا کماسمعت اٰنفا {جیساکہ تم نے ابھی سنا} اور فی الواقع صورت استہزا میں حکم کفر ظاہر ہے کمالایخفی {جیساکہ پوشیدہ نہیں}

اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہٰذا علمانے فسّاق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے "الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیراجر لایستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ" {موچی یا درزی فسّاق وفجّار کی وضع کے مطابق معمول سے زیادہ اُجرت پر لباس تیار کرے تو اس کے لئے یہ کام مستحب نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد واعانت ہے۔

مگر اس کے تحقق کو اس زمان ومکان میں ان کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبّہ کی راہ سے، امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارہ طیلسان کہ پوشش یہود تھی فرماتے ہیں "اما ماذکرہ ابن اقیم من قصۃ الیھود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃ من شعارھم وقد ارتفع ذٰلک فی ھذہ الازمنۃ فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فی امثلۃ البدعۃ المباحۃ" {رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جب کہ مذکورہ چادر اُن کا شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دَور میں یہ چیز ختم ہو چکی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبدالسلام رحمۃاللہ علیہ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔

امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ فصل مکروہات الصلوٰۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی در مختار میں فرماتے ہیں "التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ فانانا کل ونشرب کما یفعلون ان الحرام التشبہ بھم فیما کان مذموما اوفیما یقصد بہ التشبہ" {ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں جیسے کھانے پینے وغیرہ کے طور طریقے میں کوئی کراہت نہیں۔ ان سے تشبہ ان کاموں میں حرام ہے جو مذموم یعنی برے ہیں یا جن میں مشابہت کا ارادہ کیا جائے۔

علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں "انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من افعال الکفر واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار" "ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے ہاں اگر وہ بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو تو اس سے نہیں روکا گیا خواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہل بدعت کے۔ لہٰذا مدارِ کار شعار ہونے پر ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے ہے "قال ھشام فی نوادرہ ورأیت علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھذا الحدید بأسا قال لافقلت لہ ان سفین وثور بن یزید کرھا ذٰلک لانہ تشبہ بالرھبان فقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس النعال التی لھا شعور وانھا من لباس الرھبان"

ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، کیا آپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انہیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے جوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس تھا الخ اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہٖ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔

تشبہ بہ بدمذہباں سے متعلق سرکار اعلیٰ حضرت کی اس تفصیل وتحقیق کے بعد اب آیئے ذرا دیکھیں زیر بحث "جے گان" یعنی نغمۂ توصیف کی شکل میں ہمارے ملک کا جو "راشٹر گان" یعنی قومی ترانہ ہے، کیا اسے مسلمان اس لیے پڑھتا ہے کہ وہ بدمذہبوں سے تشبہ پیدا کرنا چاہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تشبہ کا ارادہ تو درکنار اس کا تو وہ تصور بھی نہیں کرتا پھر کیا کسی کے لئے کسی کے دل پر حکم چلانا یا بدگمانی کرنا شرعاً جائز ہے؟ قال اللہ تعالیٰ "ولاتقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" ان باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروز قیامت) پوچھا جائے گا، پھر کیا یہ قومی ترانہ اُن کا شعار خاص ہے؟ ہرگز

نہیں۔ یہ قومی ترانہ توایک لادینی حکومت، سیکولر اسٹیٹ اور دھرم نرپیکچھ راشٹر کا ترانہ ہے جو اتنا عام ہے کہ اسے ہر مذہب والا اپنے اپنے اعتقاد کے حساب سے پڑھ سکتا ہے۔ پھر جب جے جے کار کرنے یا جے بولنے کا مفہوم بنیادی طور پر تعریف کرنا ہے تو شرعی نقطۂ نظر سے ذات باری تعالیٰ کے لئے اس کے اطلاق میں کیا قباحت ہے؟ کیا تعریف کرنے کا ہندی میں جے کار کرنا یا جے بولنا ترجمہ کر دینے سے اس کا اطلاق اُس پر ناجائز ہو جائے گا؟ ارے بتوں کے لئے جے بولنا اسی لئے تو کفر ہے کہ جے بولنا جس کے لئے جے بولی جائے اس کی تعظیم کرنا ہے اور بتوں کی تعظیم کفر ہے۔ کیا یہ اس بات کی کھلی دلیل نہیں ہے کہ کسی کے جے بولنے میں اس کی تعظیم ہی مقصود ہوتی ہے اور یہ لفظ اظہار تعظیم کے لئے صریح ہے۔

دوسرا بند

पंजाब सिन्धु गुजरात मराठा द्राविड़ उत्कल बंग विन्ध्य हिमाचल यमुना गंगा उच्छल जलधि तरंग तव शुभ नामे जागे, तव शुभ आशिष मागे गाहे तव जयगाथा

{1} پنجاب-ریاست پنجاب یا ساکنان پنجاب۔

{2} سندھ-سندھ ندی یا اس کے ساحل پر بسے لوگ۔

{3} گجرات-ریاست گجرات یا ساکنان گجرات۔

{4} مراٹھا-مہاراشٹر یا ساکنان مہاراشٹر۔

{5} دراوڑ- جنوبی ہند یا ساکنان جنوبی ہند۔

{6} اتکل-اڑیسہ یا ساکنان اڑیسہ۔

{7} بنگا-ریاست بنگال یا ساکنان بنگال۔

{8} وندھیہ- وندھیا نچل پہاڑی۔

{9} ہماچل-ہماچل کا کوہی سلسلہ۔

{10} و {11} گنگا، یمونا-دو معروف ندیوں کے نام جس کے سبب الہ آباد کے ایک بڑے علاقے کو دوآبہ کہتے ہیں۔

{12} اُچّھل - اچھلتا ہوا۔

{13} جلدھی - سمندر۔

{14} ترنگ - پانی کی لہر۔

{15} تَو - تیرے۔

{16} شُبھ - مبارک۔

{17} نامے-نام سے۔

{18} جاگے-بے دار ہوتے ہیں۔

{19} آشش- دعاء۔

{20} مانگے- مانگتے ہیں۔

{21} گاہے-گاتے ہیں۔

{22} جے گاتھا- فتح یا غلبہ کی داستان۔

نظم کے دوسرے بند میں مذکور الفاظ کے ان معانی کی روشنی میں اردو ترجمہ یہ بن سکتا ہے۔

اے ہندوستان کی تقدیر بنانے والے! پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا، دراوڑ، اتکل، بنگال، وندھیاچل اور ہماچل پردیش کے تمام لوگ گنگا جمنا اور اچھلتے لہراتے سمندر، تیرا ہی نام لے کر بیدار ہوتے ہیں اور تجھی سے نیک دعائیں مانگتے ہیں اور پھر تیرے ہی غلبے کی داستان بیان کرتے ہیں۔

تیسرا بند

जन गण मंगलदायक जय हे भारत भाग्य विधाता! जय हे, जय हे, जय हे, जय जय जय जय हे।।

اس بند میں مذکور تمام الفاظ کے معانی اوپر ذکر کر دئے گئے ہیں صرف ایک لفظ "منگل دایک" نیا ہے، جو دو لفظوں سے مرکب ہے۔

{1} منگل-فلاح، بھلائی، مبارک، خوشی، وغیرہ۔

{2} دایک-عطا کرنے والا، بخشنے والا۔

نظم کے اس تیسرے اور آخری بند میں مذکور الفاظ کے ان معانی کی روشنی میں اردو ترجمہ یہ بن سکتا ہے۔

اے ہندوستان کی تقدیر بنانے والے! اے لوگوں کی آرزوؤں کی تکمیل کرنے والے! تیری تعریف ہے، تیری تعریف ہے، تیری تعریف ہے، تعریف ہے، تعریف ہے، تعریف ہے، تعریف ہے۔

ناچیز نے اس ترانے کے الفاظ اور ان کے معانی میں اخلاص اور دیانت داری کے ساتھ غور کیا ہے اور مجھے اس میں، جواز کی صورت نظر آتی ہے۔ مجھے غور کرنے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ معاملہ صرف امداد یافتہ مدارس کا تو ہے نہیں ان سارے سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا ہے جہاں تعلیم حاصل کرنے والے بڑی تعداد میں مسلم بچے ہیں اور الا ماشاءاللہ وہ تمام بچے بلا جھجک یہ ترانہ گاتے ہیں، مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم بچوں کی تعداد تو برائے نام قریب تین فی صد ہے، ایسی صورت میں اس کا گانا جائز ہے یا ناجائز؟ واضح حکم شرعی سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کرنا نائبین رسول اور امنائے وراثت نبویہ کی اہم ذمہ داری ہے۔

ابھی ۱۵ اگست ۲۰۱۸ء کو مہراج گنج اتر پردیش کے تین مدرسین نے قومی ترانہ گانے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ جیل میں بند ہیں۔ ملک سے غداری کی دفعہ ان پر لگ چکی ہے اور ان کی ضمانت نہیں ہو پا رہی ہے۔ اگر طریقۂ کفار ہونے کی بنا پر جے بولنا شرعاً منع بھی ہو تو کیا ایسے ضرر شدید کے سبب حکم منع میں رخصت نہیں دی جا سکتی؟

محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی

استاذ دار العلوم غریب نواز

ونائب قاضیٔ شہر الہ آباد

۲۹ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

۱۰ اکتوبر ۲۰۱۸ء، چہار شنبہ

تائید از خیر الاذکیا **حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی مدظلہ العالی**

ناظمِ تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اتر پردیش

مضمون بہت تحقیق اور دیدہ وری سے لکھا گیا ہے میں

اس سے اتفاق کرتا ہوں۔

محمد احمد مصباحی

۱۴۴۰/۲/۳ھ - ۲۰۱۸/۱۰/۱۳ء

قومی ترانہ "جن، گن، من" سے متعلق ناچیز کے شرعی نقطۂ نظر کی

مناظر اہل سنت فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ مضطر پورنوی دام ظلہ

کی تصدیق وتائید

۷۸۶

۹۲

حضرت العلام مولانا مجاہد حسین صاحب فاز جهاده

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ استفتانما مبسوط فتویٰ موصول ہوا۔ دل سے دعائیں نکلیں۔ فتویٰ لکھنے کے لیے ایسی ہی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اس کی تائید و تصدیق کرتا ہوں۔ نظم "جن، گن، من" شاعر نے کچھ بھی سمجھ کے کہا ہو مگر آج وہ "قومی ترانہ" ہے، جو ہر گز یہ سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا ہے کہ جارج پنجم کی منقبت خوانی ہورہی ہے سودا کے اس شعر:

ہوا جب کفر ثابت، ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زُنار تسبیح سلیمانی

کے تعلق سے امام احمد رضا نے "الملفوظ" میں جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"شاعر جو بد مذہب تھا اس نے جو سمجھ کر کہا ہو گا وہ بے ہودہ معنیٰ تھا۔ اتفاقاً اس کے قلم سے لفظِ "ثابت" نکل گیا جس سے یہ شعر با معنیٰ اور پر مغز ہو گیا"

اگر اس نظم میں کچھ الفاظ ذو معنیٰ ہیں تو جو مسلمان اسے پڑھتے ہیں اس سے وہ معنیٰ مراد نہیں لیتے جو قبیح ہیں وہ تو اُن کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہو گا بلکہ وہ معنیٰ مراد لیتے ہیں جو اچھے ہیں تو ثنا میں "وتعالیٰ جدک" اور "انبت الربیع البقل" کی طرح کیوں نہیں جائز ہو گا جب کہ "انبت الربیع البقل" نہ کہنے میں کوئی حرج بھی نہیں اور یہاں تو طرح طرح کی پریشانیاں اور کھلا ہوا حرج ہے۔ والحرج مدفوع بالنص قال تعالیٰ: " وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "یسروا ولا تعسروا"

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ